خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے تحقق

اور عمل پزیری کی رکاوٹیں اور موانع

ڈاکٹر سید محمد اسماعیل *

خلاصہ:

قطعی اصولوں پر قائم خاندانی نظامِ زندگی ہی قرآن کا معاشرتی بیانیہ ہے۔ خاندانی نظام کا وجود فطری اور امر الٰہی کی بدولت قائم ہے اور نکاح کے ذریعے خاندان کو وجود میں لانا حکم الٰہی کی ہی بجا آوری ہے۔ خاندانی امور مثلاً نکاح، طلاق، وراثت اور وصیت وغیرہ کو قرآن نے نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے، یہاں تک کہ ان سے متعلق جزوی مسائل بھی بڑی صراحت اور تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔ عبدالرحمٰن الصابونی کے بقول: قرآن کا تفصیل سے عائلی احکام بیان کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ طے شدہ اور مقررہ قوانین ہیں، اجتہادی معاملات نہیں ہیں۔" اس ضمن میں قرآنی تعلیمات خاندانی نظام زندگی کی تشکیل اور عمل پزیری کی راہ میں حائل موانع اور رکاوٹوں سے بھی بخوبی آگاہ کرتی ہیں، تاکہ خاندانی نظام کے استحکام، تحفظ اور بقا کو یقینی بنایا جا سکے۔ جبکہ دوسری طرف حدیث کی رو سے خاندانی نظام کو انتشار سے دوچار کرنا شیطان کا محبوب ترین فتنہ ہے۔ اس کے لئے وہ ہمیشہ سے ایسے اقدامات کو ہوا دیتا رہا ہے جو انسانیت کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر کے ابدی ہلاکت سے دوچار کر دیں۔ جدید دور کے تناظر میں ان شیطانی اقدامات کو اگر شمار کیا جائے تو وہ درجہ ذیل ہیں: تجرد پسندی و رہبانیت، صنفی آوارگی، اختلاط مرد و زن، شرف انسانیت کی ناقدری، بین النسل خلا (جنریشن گیپ)، مرد و زن کے مابین برابری یا برتری کی خواہش اور سوشل و الیکٹرانک میڈیا کی خاندانی نظام میں مداخلت وغیرہ۔ مقالہ ہذا میں ان فتنہ پرور نظریات و اقدامات کا رد قرآن و سنت کی روشنی میں پیش کیا جائے گا۔

کلیدی الفاظ: زندگی، خاندان، اسلوب، رکاوٹیں، معاشرہ

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک سٹڈیز، زمیندار گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، گجرات

خاندان، فطری ادارۂ تعلیم و تربیت

انسان پیدائش سے لے کر موت تک فطری طور پر اجتماعی زندگی کا محتاج ہے۔ یہ اللہ رحمٰن و رحیم کی قدرت کا حیرت انگیز اظہار ہے کہ انسان کی اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے والدین کی محبت کے ذریعے ایک عظیم الشان ادارہ یعنی خاندان کو وجود بخش دیا۔ غور کیا جائے تو خاندان، برادری سے بستی پھر ایک قوم سے نظام تمدّن اور نظام معیشت و سیاست تک سب سے بنیادی ضرورت اجتماعیت ہی کے تحفظ کے شاخسانے ہیں، جن کے ذریعے فرد اور معاشرے کے تعلق کی وضاحت ہوتی ہے۔ یہ بات ازلی حقیقت ہے کہ ہر انسان کی پیدائش عہد الست[1] کے مطابق فطرت اسلام پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد والدین ہیں جو اولاد کی کی ذہن سازی میں اولین کردار ادا کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم كل مولود يولد على فطرة الاسلام فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه . . .[2]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔۔۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ[3]

اللہ کی اس فطرت کی اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہی سیدھا دین ہے۔

---

[1]۔ عالمِ اَرواح میں تین میثاق ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک میثاق وہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید (سورۃ الاعراف: ۱۷۲) میں یوں کیا کیا گیا ہے: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَى شَهِدْنَا أَن تَقُولُواْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ. ''اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے،) ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔''

[2]۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۴۷۷۵

[3]: الروم: ۳۰

خاندان کے اندر اولین طور پر والدین ہی اپنے نظریات کو نومولود کے قلب و ذہن پر چھاپتے ہیں اور انہیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے وہی کچھ سکھاتے یا انہی پہلوؤں پر حوصلہ افزائی کرتے ہیں جیسا وہ ان کو مستقبل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں خاندان نسل انسانی کا فطری ادارۂ تعلیم و تربیت ہے۔ قرآنی ہدایات خاندان کو ایک ایسی تربیت گاہ کے طور پر پیش کرتی ہیں جہاں سے مومن و صالح افراد کی تیاری ہو۔ قرآنی تعلیمات انسان کو حقیقی کامیابی کے تصور سے روشناس کرواتی ہیں اور اس کے لیے ایک مکمل لائحہ عمل فراہم کرتی ہیں۔

عالمگیر برادری کا قرآنی تصور

علمائے معاشرت خاندان کو معاشرتی اکائی بیان کرتے ہیں۔ سید جلال الدین عمری کے بقول "خاندان ریاست کی ابتدائی منزل ہے اور اس کی اساس ہے، خاندان ہی کی ارتقائی شکل کو ہم ریاست کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ایک خاص نہج پر ریاست کی تنظیم و تشکیل سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ بالفاظ دیگر معاشرہ کا ابتدائی مواد اور مسالہ خاندان ہی فراہم کرتا ہے، یہی وہ اساس ہے جس پر معاشرہ کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ عمارت کی پائیداری اور استحکام کے لئے ضروری ہے کہ اساس بھی مستحکم ہو۔"[1] جسد واحد کی مثل خاندانی نظام پر تعمیر کردہ آفاقی و عالمگیر برادری کا قیام اسلامی تہذیب کی خصوصیات اور قرآنی تعلیمات کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔اس ضمن میں دلائل درجہ ذیل ہیں:

اسلامی تعلیمات کی بنیاد عقیدۂ توحید صرف نظام کائنات میں وحدت اور ایک خدا ہی کا تصور پیش نہیں کرتا بلکہ انسانوں کے ایک ہونے کا تصور اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ انسان بحیثیت مجموعی بھی وحدت ہے اور بحیثت فرد بھی۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ[3]

---

[1]: جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام، نیو ایج پبلشرز لاہور، ۲۰۰۰ء، ص۹۔

[2]: خورشید احمد، اسلامی نظام حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، آئی پی ایس پریس اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص۹۰۔

[3]: الحجرات: ۱۳

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ تم میں سب سے زیادہ باعزت اور فضیلت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

اسلامی نظامِ معاشرت جن قرآنی اصولوں پر قائم ہے ان میں مساوات، اخوت، رشتۂ نکاح، خیر خواہانہ فضا اور ذمہ داری کا تصور شامل ہیں۔ ان بنیادوں پر جو عظیم الشان عمارت تعمیر ہوتی ہے وہ ایک عالمگیر برادری کو وجود میں لاتی ہے جس سے معاشرے میں بھائی چارہ، ہم رنگی اور انسانی اجتماع کی مختلف صورتوں کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں جس ادارے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ خاندان کا ادارہ ہے جس کے اندر انفرادی و اجتماعی اصلاح دونوں کے لیے شریعت کا مکمل پروگرام موجود ہے۔ بقول ڈاکٹر خورشید احمد:

"عمومی طور پر اسلام ایک ایسا معاشرہ چاہتا ہے جو ہمہ گیر، مصنوعی اختلافات اور تعصبات سے پاک، نسل رنگ، وطن، اور زبان کی حد بندیوں اور جغرافیائی سرحدوں سے دور، مساوات، اجتماعی عدل و انصاف اور ایک عالمگیر برادری کی بنیاد پر قائم ہو اور ایک فکری، اخلاقی، نیز اصولی معاشرہ ہو جس کے افراد میں باہم ہمدردی، انسانیت اور بھائی چارے کا رشتہ ہو۔"[1]

قرآن نے عالم گیر اور آفاقی و اخلاقی اصولوں کی روشنی میں خاندانی اور اجتماعی آداب کا ایک مکمل نظام پیش کیا ہے۔ جیسا کہ گھریلو زندگی کو ہر قسم کے شک و شبہہ اور مناقشات و اختلافات سے پاک رکھنے کے لیے اتنی احتیاط برتی گئی کہ گھروں میں داخلے کے وقت اجازت کو ضروری قرار دیا۔ افراد کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے انھیں مختلف قبائل و شعوب میں بانٹا لیکن جہاں تک انسانی حقوق و فرائض کا تعلق ہے اس میں کوئی تفریق نہیں برتی۔ حتیٰ کہ غلاموں کو جو دنیا کی کسی بھی تہذیب میں عام انسانوں کے برابر نہیں سمجھے گئے، اسلامی ثقافت میں انھیں بھی یکساں بنیادی حقوق فراہم کیے گئے اور غلام سازی کو روکنے کے لیے اخلاقی اور قانونی ضوابط کو متعارف کروایا گیا۔ قرآن نے کہا کہ والدین کو اُف تک نہ کہو، اور توجہ دلائی کہ تم ان کا احسان نہیں اُتار سکتے۔ خاندان کی شکل میں معاشرتی زندگی کا یہ ثقافتی، تہذیبی اور تمدنی مظہر قرآن ہی کا عطیہ ہیں۔[2]

---

[1]: خورشید احمد، اسلامی نظامِ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، آئی پی ایس پریس اسلام آباد، ۲۰۱۶ء، ص۸۹۔

[2]: ماخوذ، انیس احمد، قرآن اور ثقافت، http://esunday.jasarat.com

قرآنی معاشرتی بیانیہ

قطعی اصولوں پر قائم خاندانی زندگی ہی قرآن کا معاشرتی بیانیہ ہے جس کے گرد اسلامی معاشرت گھومتی نظر آتی ہے۔ مسلمان وحی الٰہی کی روشنی میں اس بات پر پختہ یقین رکھتے ہیں کہ خاندانی نظام تخلیق انسانی کے ساتھ ہی وجود میں آگیا تھا۔ اس کی تنظیم و تشکیل میں انسانی زندگی کے تجربات و مشاہدات اور ارتقاء کو کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِه وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا [1]

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ جان لو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

خاندان کی ابتداء رشتہ ازدواج سے ہوتی ہے جس کا مشروع طریقہ نکاح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کو انبیاء کی سنت اور بیویوں سے محبت اور ان کے ذریعے اولاد کی پیدائش کو اپنا انعام قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً [2]

آپ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيَاتِه اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ [3]

---

[1]: النساء:۱

[2]: الرعد: ۳۸

[3]: روم:۲۱

اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں بنائیں تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اسی نے تمہارے درمیان محبت و رحمت پیدا کر دی، اس میں غور کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

قرآن کریم کے اسلوب بیان میں یہ بات شامل ہے کہ وہ انتہائی اہم امور کے لئے لفظ "آیۃ" استعمال کرتا ہے۔[1] یہاں اللہ تعالیٰ نے خاندانی زندگی کے بنیادی لوازم کو اپنی نشانیوں کے طور پر بیان کیا ہے جس کا مطلب مطلب یہ ہے کہ بصورت ازدواج، خاندان کا وجود قدرت الٰہیہ کی واضح دلیل ہے۔ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [2] (تو جو دوسری عورتیں تمہیں پسند آئیں، نکاح کر لو) اور يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا [3] (اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ) یہ معاشرتی احکام نہ صرف خاندانی نظام قائم کرنے کا تقاضا کرتے ہیں بلکہ اس کی حفاظت کو بھی یقینی بناتے ہیں۔ ان دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خاندانی نظام کا وجود فطری اور امر الٰہی کی بدولت قائم ہے اور نکاح کے ذریعے خاندان کو وجود میں لانا حکم الٰہی کی بجا آوری ہے۔ اسی لئے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ ایمان کے علاوہ صرف نکاح ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور وہ جنت میں بھی جاری رہے گی۔[4] احناف کے نزدیک نکاح میں معاملات و معاہدات کی نسبت عبادت والا پہلو غالب ہے اور نکاح کرنا نفل عبادت میں مشغول رہنے سے افضل ہے۔[5]

خاندانی زندگی کا قرآنی اسلوب

قرآنی تعلیمات سے جس اعلیٰ معاشرت کے خد و خال واضح ہوتے ہیں اس میں ادارۂ خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ آیات احکام کا ایک بڑا حصہ خاندانی زندگی کے تحفظ (تدبیر منزل) سے متعلق ہدایات پر مشتمل ہے۔ یہ احکام الٰہیہ قانونی، تربیتی، اخلاقی و روحانی ہر طرح کی ہدایات ہیں جو کہ عائلی زندگی کے ایسے معتدل اور جامع نظام کو وجود میں لاتی ہیں جس سے دینی و دنیاوی ہر طرح کی فلاح کا حصول ممکن ہو جاتا

---

[1]: الصابونی، عبدالرحمٰن، نظام الاسرۃ و حل مشکلاتھا، مکتبہ وھبہ، قاہرہ، ۱۹۸۳ء، ص ۲۶۷

[2]: النساء: ۳

[3]: التحریم: ۶

[4]: ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۲ء، ص ۳: ۳

[5]: بدائع الصنائع ۵: ۳۱۱

ہے۔اس نظام کی بدولت انسان کا اپنے خالق کے ساتھ عبدیت اور دوسرے انسانوں کے ساتھ فطری ومادی تعلق مضبوط بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو قرآنی آیات کی روشنی میں خاندانی نظام کو نکاح اور اس کے متعلقات، طلاق وغیرہ، نسب وخضانت، رضاعت، نفقہ، ولایت، وراثت اور وصیت سے متعلق احکام کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ جن کی تفاصیل پر بحث ہی عائلی قوانین کا موضوع ہے۔ان موضوعات پر معتدبہ ذخیرۂ آیات کے مطالعہ سے بات واضح ہوتی ہے کہ خاندان کی صحیح بنیادوں پر تشکیل، استحکام اور اس کا تحفظ وبقا شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔اسی لیے تو آیات احکام کا تقریباً ایک تہائی سے زیادہ حصہ انہی موضوعات سے متعلق احکام پر مشتمل ہے۔[1]

آیات احکام کے بیان میں قرآن مجید کا عمومی اسلوب تو یہ ہے کہ وہ احکام جو حالات اور ضروریات کے مطابق تبدیل ہوتے ہیں ان کے متعلق اصولی وبنیادی ہدایات کو ذکر کرتا ہے اور ان کی تفصیلات معاشرے کے اہل حل وعقد (مجتہدین) پر چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن خاندانی امور مثلاً نکاح، طلاق، وراثت اور وصیت وغیرہ یہ ثبات واستقرار کی خاصیت رکھتے ہیں یعنی وقت کے ساتھ بدلتے نہیں۔اس لیے انہیں بیان کرنے میں قرآن نے نہایت شرح وبسط سے کام لیا ہے، یہاں تک کہ جزوی مسائل بھی بڑی صراحت اور تفصیل کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔جیسا کہ سورۃ البقرہ کا ایک بڑا حصہ، سورۃ النساء، سورۃ المائدۃ، سورۃ النور، سورۃ الاحزاب، سورۃ المجادلۃ، سورۃ الطلاق اور سورۃ التحریم وغیرہ کے بنیادی موضوعات خاندانی طرز زندگی اور معاملات ہی کی وضاحت پر مشتمل ہیں۔ عبدالرحمٰن الصابونی کے بقول: "قرآن کا تفصیل سے عائلی احکام بیان کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ طے شدہ ہیں، اجتہادی معاملات نہیں ہیں۔"[2]

خاندانی نظام کا تحفظ وبقا

تحفظ نسب ونسل یا تحفظ خاندان شریعت اسلامیہ کے پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک اہم مقصد ہے۔ قرآنی احکام میں اسے انتہائی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔نسب کی حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے ایجابی و سلبی دونوں طرح کی ہدایات اور احکامات دیے گئے ہیں۔ایجابی یا مثبت پہلو سے خاندان اور نسل کے تحفظ کے لیے شریعت نے نکاح کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی ترغیب دلائی ہے۔ازدواجی زندگی کو انبیاء کا

[1]: حافظ احمد وقاص، خاندان کا تصور، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، ص۱۰

[2]: الصابونی، عبدالرحمٰن، نظام الاسرۃ و حل مشکلاتھا، مکتبہ وھبہ، قاہرہ، ۱۹۸۳ء، ص۲۷۵

طریقہ بیان کیا ہے جبکہ اس کے برعکس تجرد اور رہبانیت کو اختراع قرار دیتے ہوئے ایسی زندگی گزارنے سے بالعموم منع کیا ہے۔ پھر میاں بیوی کے تعلقات کو پاکیزہ اور مقدس خطوط پر استوار کرنے کے لئے نکاح و طلاق کے تفصیلی احکام بیان کئے ہیں۔ خاندان کے استحکام اور بقا کی خاطر عدل و انصاف پر مبنی حقوق و فرائض کے جامع اور منضبط نظام سے روشناس کروایا گیا ہے۔ جبکہ حیا اور اخلاق کے موضوعات پر مبنی جو تفصیلی ہدایات ہیں وہ عزت و عصمت اور تحفظ نسل کو اور بھی یقینی بنا دیتی ہیں۔

سلبی نقطہ نظر سے شریعت نے ایسے تمام طریقوں کا خاتمہ کیا ہے جو خاندانی تقدس کو مجروح کرتے ہوں یا تحفظ نسب و نسل میں کسی قسم کی رکاوٹ بنتے ہوں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے قرآنی احکام نہ صرف زنا اور دیگر تمام غیر فطری جنسی تعلقات کو حرام قرار دیتے ہیں بلکہ دنیا و آخرت میں ان کے لئے کڑی سزاؤں کو بھی مقرر کیا ہے۔ اسی طرح ان حرام امور کی طرف لے جانے والے تمام محرکات و اسباب سے محفوظ رہنے کے لئے اخلاقی احکام اور معاشرتی آداب کا مکمل اور جامع نظام بھی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ حجاب اور پردے کے احکام، بغیر اجازت دوسرے گھر میں داخل ہونا اور اجنبی عورت سے تنہائی میں ملنے سے ممانعت، غض بصر، قول و فعل سے فحاشی کی دعوت، عام طور پر زیب زینت ظاہر کرنے کی ممانعت، شادی کی عدم استطاعت کی صورت میں روزے رکھنے اور صبر کرنے کی تلقین، متبنّیٰ بنانے کی ممانعت، اسی طرح عورت کے لیے عدت گزارنا اور نکاح کے لیے محرم اور غیر محرم کے احکام وغیرہ یہ سب شریعت نے نسب و خاندان ہی کی حفاظت و بقا کے مقرر کئے ہیں۔

قرآن خاندان کے تحفظ کے لئے اس کے ازلی دشمن شیطان اور اس کے ہتھکنڈوں سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ سابقہ اقوام میں ایسے افراد تھے جو سحر کاری سکھاتے تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِه بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِه وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِه مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَه فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِه اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ[1] (البقرة ۲:۱۰۲)

[1]: بقرہ: ۱۰۲

اور انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جو شیطان سلیمان کی بادشاہت کے وقت پڑھتے تھے، اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا لیکن شیطانوں نے ہی کفر کیا لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور اس (چیز) کی بھی جو شہر بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتوں پر اتارا گیا تھا، اور وہ کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے ہم تو صرف آزمائش کے لیے ہیں، تو کافر نہ بن، پس ان سے وہ بات سیکھتے تھے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈالیں، حالانکہ وہ اس سے کسی کو اللہ کے حکم کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے، اور سیکھتے تھے وہ جو ان کو نقصان دیتی تھی اور نہ کہ نفع، اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جس نے جادو کو خریدا اس کے لیے آخرت میں کچھ حصہ نہیں، اور وہ چیز بہت بری ہے جس کے بدلہ میں انہوں نے اپنے آپ کو بیچا، کاش وہ جانتے۔

شیطان جو کہ انسان کی حقیقی کامیابی کا ازلی دشمن ہے، ہمیشہ سے ایسے اقدامات کو ہوا دیتا رہا ہے جو انسانیت کو فتنہ و فساد میں مبتلا کر کے ابدی خسارہ سے دوچار کر دیں۔ جدید دور میں نفس انسانی نے شیطان کا آلۂ کار بن کر انسانیت کو جس بہت بڑی تباہی سے دوچار کر دیا ہے وہ خاندانی نظام کا انتشار ہے۔ حدیث کی رو سے خاندانی نظام کو انتشار سے دوچار کرنا شیطان کا محبوب ترین فتنہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خاندان توڑنے کے مکروہ شیطانی عمل سے ان الفاظ میں آگاہ فرمایا ہے:

"ابلیس پانی پر اپنا عرش بچھاتا ہے پھر اپنے چیلوں کو دنیا کے مختلف کونوں میں بھیجتا ہے اور اس کو سب سے زیادہ اپنے قریب کرتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پھیلاتا ہے۔ اس کے چیلوں میں سے ایک اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا تو ابلیس کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا تم نے۔ یہاں تک کہ ایک چیلہ اس کے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے پیچھے پڑا رہا اور اسے اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ میں نے اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی نہ ڈال دی۔ یہ سن کر ابلیس اس چیلے کو اپنے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ واہ کیا کام کیا تم نے۔"[1]

یہی بات دوسری حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے:

عن ابی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ :

[1]: صحیح مسلم، كتاب صفة القيامه و الجنه والنار ، باب تحريش الشيطان و بعثه---، حدیث ۲۸۱۳

لیس منّا من خبّب امراۃ علی زوجھا[1] (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: وہ ہم میں سے نہیں جو عورت کو اس کے خاوند سے بدظن کرے)۔

خاندانی زندگی کا قرآنی اسلوب؛ رکاوٹیں اور موانع

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خاندانی زندگی کا وجود الہامی نوعیت کا حامل ہے۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ عائلی نظام اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے جو کہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آ گیا تھا۔ بنیادی عقائد میں ہم آہنگی خاندانی اتحاد و اتفاق کو یقینی بناتی ہے۔ اس کے بعد عدل و مساوات، مرد کی قوامیت، تقوی، باہمی تعاون اور حسن سلوک کو ایک مسلمان خاندان کی تعمیر و تشکیل میں بنیاد کی حیثیت حاصل ہے۔ ہر نئے خاندان کا آغاز عقد نکاح سے ہوتا ہے۔ صحت نکاح پر ہی صحت خاندان کا انحصار ہوتا ہے۔ خاندانی نظام کی ان بنیادوں میں پیدا ہونے والا کسی بھی قسم کا فساد نہ صرف افراد معاشرہ بلکہ تہذیب و تمدن کی گہوارہ ریاستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ بقول ڈاکٹر نعیم صدیقی:

> "عائلی مسائل نظامِ زندگی میں اتنی اہمیت رکھتے ہیں کہ ایک بار اگر ازدواجی اور گھریلو زندگی کی بنیادوں میں کوئی غلط ماحول یا رجحان گھس جائے تو نہ صرف خاندانی نظام آہستہ آہستہ بگڑ کر رہ جاتا ہے بلکہ پورا تہذیبی نقشہ گڑبڑ ہو جاتا ہے۔ جس ادارہ کا نام گھر ہے وہ تمام انسانی تعلقات کا ابتدائی سرچشمہ اور تہذیبی شعور کی اولین درسگاہ ہے۔ غلط یا صحیح عائلی و معاشرتی قوانین اس ادارہ کے بناؤ اور بگاڑ کا باعث بنتے ہیں اور بالآخر ان کی اچھائی یا برائی سارے نظام زندگی کو اپنے اثر میں لے لیتی ہے۔"[2]

یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات میں ہر اس نظریہ، طرز عمل اور اقدام کی نفی کی گئی ہے جو خاندانی نظام کے تحقق اور عمل پزیری کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہو۔ جدید و قدیم بہت سے نظریات اور اقدامات مسلسل اس کوشش میں مصروف ہیں کہ خاندانی نظام کی شکل میں مذہبی و تمدنی پابندیوں کو نفسانی پابندیوں کے تابع بنا لیا جائے۔ ان نظریات و اقدامات میں تجرد پسندی و رہبانیت، صنفی آوارگی، اختلاطِ مرد و زن، شرف انسانیت کی ناقدری، بین النسل خلا (جنریشن گیپ)، مرد و زن کے مابین برابری یا برتری کی خواہش اور

[1]: سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فیمن خبب امراۃ علی زوجھا، حدیث نمبر:۲۱۷۵

[2]: نعیم صدیقی، عورت معرض کش مکش میں، الفیصل ناشران و تاجران، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۲۳۱

سوشل والیکٹرانک میڈیا کی خاندانی نظام میں مداخلت شامل ہیں جن کے رد میں قرآن وسنت کے دلائل درج ذیل ہیں:

تجرد پسندی ورہبانیت

خاندانی زندگی اختیار نہ کرنے کو تجرد ورہبانیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عیسائیت نے تجرد کی زندگی کو مذہبی تقدس سے وابستہ کیا جس سے اخلاقی بے راہ روی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا جو کہ آج تک خاندانی نظام کے تحقق اور عمل پزیری کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بنا ہوا ہے۔قرآنی تعلیمات تجرد ورہبانیت کی زندگی اختیار کرنے سے روکتی ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ رَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ[1]

اور ترک دنیا جو انہوں نے خود ایجاد کی ہم نے وہ ان پر فرض نہیں کی تھی مگر انہوں نے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ایسا کیا پس اسے نباہ نہ سکے جیسے نباہنا چاہیے تھا، تو ہم نے انہیں جو ان میں سے ایمان لائے ان کا اجر دے دیا، اور بہت سے تو ان میں بدکار ہی ہیں۔

اسلامی تعلیمات زندگی کی حقیقتوں اور فطری تقاضوں سے فرار کے تصور کو سرے سے قبول ہی نہیں کرتیں۔ جب حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے مجرد رہنے (عورتوں سے کنارہ کشی کرنے) کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ ایسا کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا: ردّ رسول الله صلّى الله عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتّل[2] جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: لا رهبانية في الاسلام[3] کہ اسلام میں رہبانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ آپؐ نے نکاح کو انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت قرار دیا۔اس سلسلہ میں ایک مشہور روایت ہے کہ جناب رسول اللہؐ

---

[1]: حدید: ۲۷

[2]: صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب مایکرہ من التبتل والخصاء، حدیث ۴۶۸۵

[3]: الدارمی، ۱۳۲/۲

کے تین صحابہ کرامؓ نے باہمی مشورہ کیا کہ نیکی اور عبادت میں آگے بڑھنے کے لیے کیا طریق کار اختیار کیا جائے۔ چنانچہ تینوں نے آپس میں صلاح مشورہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کے تحت

۱. ایک صاحب نے عہد کیا کہ میں ساری زندگی مسلسل روزے رکھوں گا اور کبھی ناغہ نہیں کروں گا۔

۲. دوسرے صاحب نے عہد کیا کہ میں ساری زندگی رات کو نیند نہیں کروں گا اور پوری رات عبادت میں بسر کیا کروں گا۔

۳. جبکہ تیسرے صاحب نے عہد کیا کہ میں ساری زندگی شادی نہیں کروں گا۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپؐ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور کہا کہ میں تم سب سے زیادہ تقویٰ اور خوف خدا رکھنے والا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے شادیاں بھی کی ہیں، رات کو سوتا بھی ہوں، روزہ کبھی رکھتا ہوں اور کبھی نہیں رکھتا، اور زندگی کے معاملات میں شریک رہتا ہوں۔ اس موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ: نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[1]

آج مذہب بیزار افراد بھی تجرد پسندی پر مبنی نظریات کو فروغ دیتے نظر آتے ہیں۔ ان کے نزدیک خاندان ایک معاشی بوجھ ہے جسے برداشت کرنا بیوقوفی ہے۔ قرآن میں نکاح کرنے والوں سے خوشحالی کا وعدہ کر کے اس توہم وخوف کو زائل کیا ہے:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ [2]

اور جو تم میں مجرّد ہوں اور جو تمہارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں سب کے نکاح کرا دو، اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دے گا، اور اللہ کشائش والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کو جو شادی نہ کرے مال دولت ہونے کے باوجود مسکین اور شیطان کا بھائی قرار دیا۔ آپ ﷺ کو حضرت عکاف سے پوچھنے پر جب یہ پتا چلا کہ انہوں نے مالی وسعت

[1]: صحیح بخاری، حدیث نمبر ۵۰۶۳؛ صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۴۰۱؛ سنن ابن ماجہ، ج ۲، حدیث ۲۔

[2]: النور: ۳۲

اور صحت کے باوجود شادی نہیں کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **فانت اذا من اخوان الشیاطین** [2] نکاح کے بارے میں فقہائے کرام نے صراحت کی ہے کہ ایک جوان مسلمان اگر نکاح کی اہلیت رکھتا ہے اور خاندانی اخراجات برداشت کر سکتا ہے تو نکاح کرنا اس کے لیے شرعاً ضروری ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں: جس نے تمہیں بے نکاح رہنے کی دعوت دی اس نے گویا اسلام سے دور رہنے کی دعوت دی۔ [3]

ملت کے کسی بھی فرد کے لیے اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ وہ عبادت اور نیکی سمجھ کر نکاح سے گریز کرے، اس لیے کہ یہ فطرت کا تقاضہ ہے اور اسلام نے زندگی کے ہر معاملہ میں فطرت کی تعلیم دی ہے۔ نکاح کے دینی، اخلاقی نیز روحانی جس بھی پہلو کو دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تربیت نفس، طہارت نظر اور سکونِ قلبی یہ سب کامیاب ازدواجی زندگی ہی کی بدولت ممکن ہے، تجرد کی زندگی کے ذریعے ان کا حصول ناممکن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: **لا یتمّ نسک النّاسک حتّی یتزوّج** [4] (کسی عبادت کرنے والے کی عبادت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک وہ شادی نہ کر لے)۔

مولانا زاہد الراشدی کے بقول "مغرب کی اصل مشکل یہ ہے کہ اس کی مذہبی تعلیمات اور زندگی کے تقاضوں میں اس قدر بعد ہے کہ دونوں کو بیک وقت نباہنا ممکن ہی نہیں ہے۔ جبکہ اسلام نے دین فطرت کے طور پر مذہبی تعلیمات اور زندگی کے عملی تقاضوں کے درمیان حسین امتزاج اور توازن قائم کر دیا ہے کہ زندگی کا کوئی معاملہ بھی عبادت کے دائرہ سے باہر نہیں ہے۔ حتیٰ کہ شادی کرنا، بیوی کے پاس جانا، بیوی بچوں پر خرچ کرنا، ان کے لیے کمانا، اور خاندانی زندگی اختیار کرنا اسلام کے نزدیک عبادت اور اجر و ثواب کا باعث ہے، بشر طیکہ اسے قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق سرانجام دیا جائے۔" [5]

صنفی آوارگی

ماضی کی طرح آج کے اس بظاہر ترقی یافتہ دور میں بھی جہلاء کی ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جو محض شہوانی تسکین کے لیے زنا کو ایک فطری فعل قرار دیتے ہیں۔ یہ افراد نکاح کو تمدنی ایجاد یا کسی قدر مذہبی پابندی

---

[1]: قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم: مسکین مسکین مسکین رجل لیس لہ امراۃ وان کان کثیر المال، مسکینۃ مسکینۃ مسکینۃ امراۃ لیس لھا زوج وان کانت کثیرۃ المال۔ المعجم الاوسط، ٦: ٣٤٨۔

[2]: طبرانی، المعجم الکبیر ١٨:٨٥؛ مسند احمد بن حنبل، عالم الکتب بیروت، ١٩٩٨ء، ٥: ١٦٣۔

[3]: ابن قدامہ، المغنی، مکتبہ القاہرہ، ١٩٦٨ء، ١٤: ٣٥٣۔

[4]: غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ، بیروت ٢: ٢٣۔

[5]: زاہد الراشدی، تجرد کی زندگی اور اسلام، روزنامہ وفاق، لاہور، ١٩ اکتوبر ١٩٩٦ء۔ http://zahidrashdi.org/789

خیال کرتے ہیں جو کہ شخصی آزادی کے حق کو سلب کرتی ہے۔ایسی آزاد خیالی جو زنا کو شخصی حق ثابت کرے یقیناً تمدنی زندگی اور اس کی بنیاد خاندان، جو کہ رشتہ نکاح سے وجود میں آتا ہے، کی تباہی و بربادی کا بندوبست ہے۔ ناجائز ذریعے سے اگر حیوانی تقاضوں کی تسکین ہو جائے تو جائز ذریعوں سے خود بخود بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے۔ مولانا مودودی اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "وہ خدا کے بھیجے ہوئے انبیاء ہی تھے جنہوں نے فطرت کے منشا کو ٹھیک سمجھ کر عورت اور مرد کے درمیان صنفی تعلق اور تمدنی تعاون کی صحیح صورت، نکاح تجویز کی۔۔۔ ورنہ شباب کے حیوانی تقاضوں کا زور اتنا سخت ہوتا ہے کہ محض اخلاقی ذمہ داری کا احساس کسی خارجی ڈسپلن کے بغیر انہیں آزاد شہوت رانی سے نہ روک سکتا تھا۔ شہوت کا جذبہ خود اجتماعیت کا دشمن ہے۔ یہ خود غرضی، انفرادیت اور انارکی کا میلان رکھنے والا جذبہ ہے۔ اس میں پائیداری نہیں۔ اس میں احساس ذمہ داری نہیں۔ یہ محض وقتی لطف اندوزی کے لیے تحریک کرتا ہے۔ اس دیو کو مسخر کر کے اس سے اجتماعی زندگی (اس زندگی کی جو صبر، ثبات، محنت، قربانی، ذمہ داری اور پیہم جفاکشی چاہتی ہے) کی خدمت لینا کوئی آسان کام نہیں۔ وہ نکاح کا قانون اور خاندان کا نظام ہی ہے جو اس دیو کو شیشے میں اتار کر اس سے شرارت اور بدنظمی کی ایجنسی چھین لیتا ہے اور اسے مرد و عورت کے اس لگاتار تعاون و اشتراک عمل کا ایجنٹ بنا دیتا ہے جو اجتماعی زندگی کی تعمیر کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ نہ ہو تو انسان کی تمدنی زندگی ختم ہو جائے، انسان حیوان کی طرح رہنے لگیں اور بالآخر نوع انسانی صفحہ ہستی سے ناپید ہو جائے۔"[1]

زنا کے مفاسد بے حد و حساب ہیں جنہیں عمومی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ نکاح کے علاوہ خواہشاتِ صنفی کی تسکین کا دروازہ سختی سے بند کیا جائے۔ قرآن نے اس سے بچنے کا حکم دیا ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَآ اِنَّه كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا [2] اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۲۵۔

[2]: بنی اسرائیل: ۳۲

بری راہ ہے۔ یہ تمدن کی بنیاد پر حملہ کرنے والے عظیم جرائم میں سے ہے۔ اسی لیے شریعت نے اس پر زبردست پابندیاں عائد کی ہیں اور اس کے مرتکبین کے لئے سخت سزائیں تجویز کی ہیں۔ شادی شدہ زانی کی سزا رجم ہے[1] جبکہ غیر شادی شدہ زانی کی سزا قرآن نے یوں بیان فرمائی ہے:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ [2]

بدکار عورت اور بدکار مرد پس دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو دُرّے مارو، اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہیے اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔

اختلاط مرد و زن

اخلاقی انحطاط کی ایک بڑی وجہ آزادانہ اختلاط مرد و زن ہے جس نے خاندانی نظام زندگی کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ اسلامی تعلیمات دونوں صنفوں کے درمیان آزادانہ اختلاط کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔ اس کے لیے قرآن و سنت میں پردہ کے متعلق تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں۔ شرعی پردہ کے احکام انتہائی جامعیت کے ساتھ خاندان کے داخلی و خارجی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہیں۔[3] اس کے مقابل اہل مغرب نے مخلوط معاشرت کا جو نظام دیا تھا اب وہ خود اس کی ہولناکیوں سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ مولانا وحید الدین خان نے اس پہلو کو بخوبی بیان کیا ہے:

"عورت اور مرد کی جداگانہ حیثیات کو نظرانداز کر کے انسان نے جو نظام بنایا، اس نے تمدن کے اندر زبردست خرابیاں پیدا کر دیں، مثال کے طور پر اس غلط فلسفے کی وجہ سے دونوں صنفوں کے درمیان جو آزادانہ اختلاط پیدا ہوا ہے، اس نے جدید سوسائٹی میں نہ صرف عصمت کا وجود باقی نہیں رکھا بلکہ ساری نوجوان نسل کو طرح طرح کی اخلاقی اور نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا کر دیا ہے۔۔۔ چنانچہ علمائے جدید خود بھی اس تلخ تجربہ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آزادانہ اختلاط کے بعد عصمت و عفت کا تحفظ

---

[1]: صحیح مسلم، حدیث ۱۶۹۵

[2]: النور: ۲

[3]: تفصیلی احکامات کے لیے مولانا مودودی کی کتاب "پردہ" مطالعہ کے لیے مفید ہے۔

ایک بے معنی بات ہے۔۔۔آزادانہ اختلاط کے ابتدائی مظاہر جو مغربی زندگی میں نہایت عام ہیں وہ جذبات میں ٹھہراؤ پیدا نہیں کرتے، بلکہ اشتہاء کو بڑھا کر مزید تسکین نفس کی طرف دھکیلتے ہیں، اور بالآخر انتہائی جنسی جرائم تک پہنچادیتے ہیں۔"[1]

شرف انسانیت کی ناقدری

عصر حاضر کی بہت سی خرابیوں کی اصل جڑ انسان کی بے قدری ہے اور المیہ یہ ہے کہ انسان خود ہی اس کا مرتکب ہو رہا ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنی گراں قدر تصنیفات میں اس مسئلہ کی بخوبی وضاحت کی ہے، مولانا کہتے ہیں: "ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارے سماج اور موجودہ نظام زندگی میں جو خرابی یا کمی ہے جس کی وجہ سے زندگی کی کل صحیح نہیں بیٹھتی اور اس کا جھول نہیں نکلتا۔ ایک خرابی دور کریں تو چار خرابیاں اور پیدا ہو جاتی ہیں۔ آج دنیا کے بڑے بڑے ملک اس خرابی کو محسوس کرنے لگے ہیں۔۔۔ان سب مسئلوں سے زیادہ اہم مسئلہ آدمیت اور انسانیت کا ہے، اس لیے کہ ہماری پہلی حیثیت انسان ہی کی ہے اور باقی مسائل سب اس کے بعد آتے ہیں۔ جن لوگوں کے ہاتھوں زندگی کی باگ ڈور ہے انہوں نے زندگی کی گاڑی اتنی تیزی سے چلا رکھی ہے کہ ایک منٹ کے لیے اس کو روک کر اس کی خرابی کو دیکھنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ٹھیک پٹڑی پر جا رہی ہے یا نہیں اور اس خرابی سے اس کے مسافروں اور آئندہ نسلوں کے لیے کیا خطرہ درپیش ہے؟ ان کو بس یہی فکر ہے کہ اس گاڑی کے ڈرائیور وہ ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دنیا کو اس بات کی رشوت دیتا ہے کہ اگر گاڑی کا ہینڈل اس کے ہاتھ میں ہو گا تو وہ زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری سے گاڑی چلائے گا لیکن کسی کو سمت سفر اور مقصد سفر سے بحث نہیں۔"[2]

اسلام سے پہلے جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ حسد، بغض، عناد، تعصبات اور غرور و تکبر اس قدر عروج پر تھے کہ انسان انسان ہی کی غلامی پر مجبور تھا۔ امیروں کو غریبوں پر واضح برتری حاصل تھی۔ رحمت عالم ﷺ کی بعثت کے نتیجے میں انسان غلامی کی ذلت سے آزاد ہوا اور صحیح معنوں میں شرف انسانیت سے روشناس ہوا۔ شرف انسانیت کا وہی درس قرآن و سنت کی شکل میں آج بھی ویسا ہی موجود ہے جس سے ماضی میں بھی معاشرت کی اصلاح ہوئی تھی اور آج بھی اصلاح معاشرہ اسی سے ممکن ہے۔ قرآنی تعلیمات جابجا تاکید کرتی ہیں کہ اللہ پر ایمان لاؤ تاکہ بندوں کی خدمت ہو، آخرت پر ایمان لاؤ تاکہ انسانوں کی خدمت ہو۔ حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہؓ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے تو خدا کو اپنی

---

[1]: وحیدالدین خان، مذہب اور جدید چیلنج، دارالتذکیر، ص ۲۰۱

[2]: ابوالحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، دارالاشاعت لاہور

مخلوق میں وہ شخص سب سے زیادہ محبوب ہے جو خدا کی مخلوق کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے۔[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار پڑ گیا تو نے میری عیادت نہیں کی؟ آدمی کہے گا یا رب آپ تو رب العالمین تھے میں آپ کی عیادت کیسے کرتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تمہیں علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تو نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔۔۔(صحیح مسلم)

بین النسل خلا (جنریشن گیپ)

بین النسل خلاء (جنریشن گیپ) یعنی دو نسلوں کے درمیان فاصلہ خاندان کے داخلی مسائل میں سے ہے جس نے موجودہ دور میں خاندان کی ساخت کو بے حد متاثر کیا ہے۔ اس سے مراد وہ ذہنی فاصلہ ہے جو دو نسلوں کے مابین ناقابلِ قبول حد تک محسوس ہونے والی تبدیلیوں کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے۔ اس مسئلے کی وجہ سے خاندانوں کا شیرازہ بکھر رہا ہے اور یہ ادارۂ خاندان اپنے مقاصد (تعلیم و تربیت، تحفظ نسل، عفت و عصمت) سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ صرف معاشی مقاصد پر مبنی جدید طرز تعلیم ہے جسے ریاست کسی قدر اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے ہے۔ یہ تعلیم جو بیس سے پچیس سال تک یا اب اس سے بھی زیادہ عرصہ پر محیط ہوتی ہے۔ والدین اپنی ذمہ داریوں کو صرف تعلیمی اداروں میں بھیجنے تک ہی محدود کئے ہوئے ہیں۔ اپنی خواہشات کی تکمیل یا مادی وسائل کے حصول کی تگ و دو میں وہ بچوں کے بہت سے مسائل سے بے خبر ہیں یا انہیں حل کرنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ جدید آزاد خیالی نے اس بین النسل فاصلہ کے بڑھنے کو خاندانی نظام کی کمزوری بیان کیا ہے اور اس آڑ میں خود کو معاشرتی یا مذہبی پابندیوں سے آزاد کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اس تگ و دو کا نتیجہ یقیناً الحاد، خاندانی انتشار اور معاشرتی و تمدنی بگاڑ ہی ہے۔ سجاد خالد نے انہی نظریات کا اظہار درج ذیل اقتباس میں کیا ہے:

> اگر مذہب اور اخلاقیات سے نئی نسل گریز کرتی ہے تو یہ کام آج سے شروع نہیں ہوا۔ ہر پچھلی نسل ایسا کرتی آئی ہے۔ ہر شخص کو آئینہ دیکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی ذات کے لیے جبر کو پسند نہیں کرتا تھا تو دوسروں کو بھی مجبور نہ کرے۔ مذہب پر جبر کے ساتھ عمل کروانے کی ہر تحریک منفی رد عمل پیدا کرتی ہے، جس کے نتیجے میں مذہب اور خدا سے انکار کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ لوگ اِس جبر کو اپنی کمزوری

[1] البیہقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ/ص:۴۲۵/ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق/الفصل الثالث

> یا کم فہمی کی بنیاد پر قبول کر بھی لیتے ہیں تو وہ اس قابل کبھی نہیں ہوتے کہ دلیل کی بنیاد پر دنیا کے سامنے اپنے نظریات پیش کر سکیں یا اُن کا دفاع ہی کر سکیں۔ مذہب کو جیتے جاگتے انسان کی زندگی کا فعال اور ناگزیر حصہ بنانے کے جنریشن گیپ کے روایتی مکالمے سے الگ کر کے دیکھنا ہو گا۔[1]

بین النسل خلاء کی شکار اولین طور پر مغربی معاشرتیں ہیں جہاں اولاد کلی طور پر ریاست کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ یہاں خاندان صرف والدین اور اولاد پر مشتمل ہوتا ہے جن میں آپس کا ساتھ بھی عموماً کم عرصہ تک کے لئے ہوتا ہے۔

> جنریشن گیپ کا تصور ۱۹۶۰ میں مغربی دنیا سے آیا جس کا مطلب دو مختلف دور کی نسلوں کا مختلف سوچ اور افکار کے ساتھ ایک جگہ پر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہنا ہے خاص طور پر والدین اور اولاد کے درمیان پائے جانے والے نظریاتی اختلافات جو ان میں تناؤ پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں، ۱۹۴۰ کی دہائی کے بعد جیسے ہی ۱۹۵۰ کی دہائی کا آغاز ہوا نوجوان نسل اور ان کے درمیان نظریاتی اختلافات میں فرق بڑھنے لگا الغرض رہن سہن، سوچ، ثقافت، موسیقی، سیاحت حتیٰ کہ بنیادی حقوق کے حصول میں بھی فرق آگیا۔[2]

مغرب کے نیوکلئیر خاندان کے برعکس قرآنی تعلیمات وسیع خاندان کا تصور پیش کرتی ہیں۔ جس میں بچوں کو والدین کے ساتھ ساتھ دیگر بزرگوں کی محبت و شفقت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات اس وقت بڑی اہم ہو جاتی ہے جب والدین کی مصروفیت اولاد کی تربیت و پرورش میں رکاوٹ بن جاتی ہے جو کہ بین النسل خلا کا سبب بنتی ہے۔ ایسے میں دادا، دادی اور دوسرے بڑے اس خلا کو دور کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں اور اپنے تجربات اگلی نسل تک منتقل کر کے تاریخ کو مستقبل سے ہم آہنگ کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔ مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے **تھذیب الاطفال خیر الاشغال** (بچوں کی کردار سازی سب سے بہترین شغل ہے) کا اصول انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ معلم انسانیت ﷺ نے فرمایا: إِنَّ فِي الْجَنَّةِ دَارًا يُقَالُ لَهَا:

---

[1]: سجاد خالد، دو نسلوں کے درمیان ذہنی فاصلہ یا جنریشن گیپ، ایک روزن، https://www.aikrozan.com

[2]: ماجد خان، جنریشن گیپ، ۶ جون ۲۰۱۴ء، -www.geourdu.com/generation-gap-pakistan-hyderabad hyderabad-respect-honor

دَارُ الْفَرَحِ ، لا يَدْخُلُهَا إِلا مَنْ فَرَّحَ الاطفال.[1] جنت میں ایک گھر ہے جسے دارالفرح (خوشیوں کا گھر) کہا جاتا ہے اس میں وہ لوگ داخل ہوں گے جو اپنے بچوں کو خوش رکھتے ہیں۔ شریعت کی تعلیمات کے مطابق خاندان کے اندر حقوق و فرائض کی ادائیگی بین النسل خلاء کو پیدا ہونے سے روکتی ہے۔

مرد و زن کے مابین برابری یا برتری کی خواہش

مرد و زن کے مابین برابری یا ایک دوسرے پر برتری کی خواہش وہ زہر قاتل ہے جس سے خاندانی زندگی کی چاشنی ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ حقوق نسواں کی آڑ میں عورت کے اندر احساس کمتری کو ایسی ہوا دی گئی ہے کہ وہ گھریلو زندگی کو بے کاری خیال کرنے لگی ہے۔ عورت کو معاشی طور پر مستحکم بنانے میں بظاہر کوئی عیب نہیں مگر جب اس کے ذریعے مرد کی حیثیت کو کم کیا جاتا ہے تو مرد و زن کے مابین ایک غیر فطری مقابلہ کی فضا پیدا ہو جاتی ہے جو خاندانی نظام کے توازن کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔ علوم حیاتیات کے ماہرین مرد و عورت کے فطری و نوعی فروق کی بنیاد پر اس بات کے قائل ہیں کہ ان دونوں کو مساوی حیثیت دینا اپنے اندر ایک حیاتیاتی تضاد رکھتا ہے۔ ڈاکٹر الکسس کیرل دونوں کے مابین فعلیاتی (Physiological) فرق کو یوں بیان کیا ہے:

> "مرد اور عورت کا فرق محض جنسی اعضاء کی خاص شکل، رحم کی موجودگی، حمل یا طریقہ تعلیم ہی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ یہ اختلافات بنیادی قسم کے ہیں، خود نسیجوں کی بناوٹ اور پورے نظام جسمانی کے اندر خاص کیمیائی مادے جو خصیۃالرحم سے مترشح ہوتے رہتے ہیں، ان اختلافات کا حقیقی باعث ہیں، صنف نازک کی ترقی کے حامی ان بنیادی حقیقتوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ دونوں جنسوں کو ایک ہی قسم کی تعلیم، ایک ہی قسم کے اختیارات اور ایک ہی قسم کی ذمہ داریاں ملنی چاہئیں، حقیقت یہ ہے کہ عورت مرد سے بالکل ہی مختلف ہے، اس کے جسم کے ہر ایک خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے، اس کے اعضاء اور اور سب سے بڑھ کر اس کے اعصابی نظام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے، فعلیاتی قوانین (Physiological Law) اتنے ہی اٹل ہیں، جتنے کہ فلکیات (Sidereal World) کے قوانین اٹل ہیں، انسانی آرزوؤں سے ان کو بدلا نہیں جا سکتا، ہم ان کو اسی طرح ماننے پر مجبور ہیں، جس طرح وہ پائے جاتے ہیں، عورتوں کو چاہیے کہ اپنی

---

[1] المناوی، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ج ۲، ص ۴۶۹، حدیث ۲۲۲۳، دارالمعرفہ بیروت۔

فطرت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ترقی دیں اور مردوں کی نقالی کرنے کی کوشش نہ کریں۔"[1]

قرآنی تعلیمات سے مرد و عورت کے مابین فطری صلاحیتوں کے نوعی اختلاف کی بنیاد پر دونوں کی جداگانہ اور مستقل حیثیت واضح ہوتی ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے کا معاون و مددگار اور لباس قرار دیا ہے۔ دونوں کے درمیان رشتہ کو مودت اور رحمت سے تعبیر کیا ہے۔ جبکہ برابری یا برتری کی خواہش مرد کی قوامیت پر اثر انداز ہوتی ہے جو کہ خاندانی نظام کی ایک اہم بنیاد ہے۔ شریعت نے خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے مرد کو عورتوں پر نگران اور کفیل بنا کر قدرے فضیلت دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ [2]

مرد عورتوں کے نگران اور کفیل ہیں اس لیے کہ اللہ نے بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں، نیک عورتیں تابعدار ہوتی ہیں کہ مردوں کی غیر موجودگی میں اللہ کی مدد سے (ان کے حقوق کی) حفاظت کرتی ہیں۔

مرد کی بطور منتظمِ خاندان برتر حیثیت کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حاکم و ظالم کا رویہ اختیار کر لے بلکہ قرآن نے مرد کو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا [3]

ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو مگر اللہ نے اس میں تمہارے لئے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔

---

[1]: الکسس کیرل، Man the Unknown، ص۹۳؛ وحید الدین خان، مذہب اور جدید چیلنج، دار التذکیر، ص۲۰۰

[2]: النساء: ۳۴

[3]: النساء: ۱۹

سوشل والیکٹرانک میڈیا کی خاندانی نظام میں مداخلت

میڈیا دو دھاری تلوار ہے جسے مفید اور غیر مفید دونوں مقاصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ہمارا سوشل والیکٹرانک میڈیا ابھی تک بہت سی قانونی واخلاقی پابندیوں سے آزاد ہے اور معاشرے میں بے راہ روی پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ اس میڈیا کا وبال یہ ہے کہ فتنۂ تشہیر، فتنۂ تصویر، فتنۂ زبان، فتنۂ آواز اور فتنۂ عریانیت کی تحریک جس بڑے پیمانے پر آج پیدا کر دی ہے ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس کے سد باب کے لئے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات کی ضرورت ہے۔ سوشل والیکٹرانک میڈیا کی خاندانی نظام میں مداخلت بظاہر بہت سی ضروریات کا سبب ہوئی ہے۔ لیکن اس کا بے تحاشا اور بے جا استعمال خاندانی قدروں پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ وہ وقت جو آپس میں بیٹھ کر ایک دوسرے کی خیر خواہی میں گزرتا تھا اب اس وقت کا ایک بڑا حصہ اس میڈیا کی نظر ہو گیا ہے۔ پھر اس میڈیا کے ذریعے غیر اخلاقی مواد تک انتہائی آسان رسائی نے خاندان کے تقریباً سب افراد کے اخلاق و کردار کو بے حد نقصان پہنچایا کیا ہے۔ بالخصوص بچوں کی دلچسپیاں تعلیم و صحت سے متعلق اہم امور کی بجائے اپنی عمر سے بڑے بہت سے امور کی طرف مبزول ہو گئی ہیں جو کہ معاشرتی زوال کا سبب بن رہی ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ جس چیز کو نقصان پہنچ رہا ہے وہ خاندان کے افراد میں آپس کا باہمی تعلق والتفات تھا جس کے درمیان اب معمولی معاملات میں بھی سوشل میڈیا کا واسطہ آگیا ہے۔ خاندان کے اندر اس کے ذریعے بین النسل خلاء میں بھی بے حد اضافہ ہوا ہے۔ الغرض اس بے لاگ میڈیا کے سبب دینی وروحانی زندگی ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

قرآن وسنت کی اخلاقی تعلیمات اہل قلم اور میڈیا کے ماہرین کی ذمہ داریوں کا بخوبی تعین کرتی ہیں تا کہ برائی عام نہ ہو۔ ان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ قلم وزبان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال نہ ہو۔ امام بخاریؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعض اوقات بندہ کسی بات کو معمولی سمجھتے ہوئے کوئی بات محض اللہ کی خوشنودی کے لئے کہہ دیتا ہے مگر اللہ اس سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے، اس طرح بسا اوقات بندہ اللہ کو ناراض کرنے والی کوئی بات معمولی سمجھ کر کہہ دیتا ہے جو اسے جہنم میں گرا دیتی ہے۔[1] دوسری روایت میں ہے کہ آدمی بعض اوقات ایک بات معمولی سمجھتے ہوئے کہہ دیتا ہے مگر وہ اسے ستر سال تک جہنم میں گرا دیتی ہے۔[2] اشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1]: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث ۶۴۷۸

[2]: سنن ترمذی، ابواب الزھد، حدیث ۲۳۱۴

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ، يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ [1]

اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے (نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند) زمین کے اوپر ہی سے اکھیڑ کر پھینک دیا جائے گا اس کو ذرا بھی قرار نہیں۔ خدا مومنوں کے دلوں کو پکی بات سے دنیا میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی (رکھے گا) اور خدا بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

حرف آخر

اسلامی سیاست ادارہ خاندان کے ذریعے حکومت الٰہیہ کو نہ صرف قائم کرتی ہے بلکہ اس کے دوام کی راہ کو بھی ہموار کرتی ہے۔ خاندانی نظام کی کمزوری، بے راہ روی یا خاتمہ در حقیقت عظمت انسانی کو جھٹلانا اور انسانیت کو عبدیت کے منسب عظیم سے گرانا ہے۔ ایسا کرنا انسانی اختیارات ہی کا ناجائز استعمال اور موجب گناہ ہے۔ ترقی کے مادی معیارات کو اپنانے اور فکر آخرت کو بھلانے کی وجہ سے جدید انسان اپنے معیار عظمت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ معاشروں کے اندر بہت سے انفرادی و اجتماعی مفاسد پروان چڑھ چکے ہیں اور قرآنی معاشرت سے گریز دن بہ دن بڑھتا جا رہا ہے۔ خاندان جو کہ تعلیم و تربیت اور معاشرتی ترقی کا ضامن ہوتا ہے، جدید دور میں سب سے زیادہ خطرات بھی اسی کو لاحق ہو گئے ہیں۔ جدید ریاست نے خاندان کے بہت سے فرائض کو بلاواسطہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جدید ریاست نے خاندانی زندگی کی تعمیر و ترقی کی بجائے مذکورہ بالا جدید نظریات کے تحت تعلیم و تربیت کا یہ کام مختلف اداروں کو سونپنے کی سعی کی ہے۔ جس کے نتیجے میں انسانی عظمت و وقار قلوب و اذہان سے محو ہو کر رہ گیا ہے۔ کوئی بھی دوسرا ادارہ ابتدائی تعلیم و تربیت کے لیے خاندان کا متبادل نہیں ہو سکتا۔ یہ فطرت کی خلاف ورزی ہے جو کہ محض خود فراموشی اور خدا فراموشی ہے۔

[1]: ابراھیم: ۲۶۔۲۷

مصادر و منابع

١. القرآن

٢. صحیح بخاری

٣. جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام، نیو ایج پبلشرز لاہور، ٢٠٠٠ء

٤. خورشید احمد، اسلامی نظام حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، آئی پی ایس پریس اسلام آباد، ٢٠١٦ء

٥. ماخوذ، انیس احمد، قرآن اور ثقافت، http://esunday.jasarat.com

٦. الصابونی، عبدالرحمٰن، نظام الاسرة و حل مشکلاتھا ،مکتبہ وھبہ ، قاہرہ، ١٩٨٣ء

٧. ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، ١٩٩٢ء

٨. حافظ احمد وقاص، خاندان کا تصور، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد

٩. صحیح مسلم

١٠. سنن ابی داؤد

١١. نعیم صدیقی، عورت معرض کش مکش میں، الفیصل ناشران و تاجران، لاہور، ١٩٩٨ء

١٢. صحیح بخاری

١٣. سنن ابن ماجہ

١٤. مسند احمد بن حنبل، عالم الکتب بیروت، ١٩٩٨ء

١٥. ابن قدامہ، المغنی، مکتبہ القاہرہ، ١٩٦٨ء

١٦. غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، دار المعرفۃ، بیروت

١٧. زاہد الراشدی، تجرد کی زندگی اور اسلام، روزنامہ وفاق، لاہور، ١٩ اکتوبر ١٩٩٦ء۔ http://zahidrashdi.org/789

١٨. مودودی، ابو الاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور، ٢٠١٢ء

١٩. وحید الدین خان، مذہب اور جدید چیلنج، دار التذکیر،

٢٠. ابو الحسن علی ندوی، تعمیر انسانیت، دار الاشاعت لاہور

٢١. سجاد خالد، دو نسلوں کے درمیان ذہنی فاصلہ یا جنریشن گیپ، ایک روزن، https://www.aikrozan.com

٢٢. ماجد خان، جنریشن گیپ، ٦ جون ٢٠١٤ء، www.geourdu.com/generation-gap-pakistan-hyderabad-respect-honor

٢٣. المناوی، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، دار المعرفہ بیروت

٢٤. الکسس کیرل، Man the Unknown

٢٥. وحید الدین خان، مذہب اور جدید چیلنج، دار التذکیر

٢٦. سنن ترمذی